عصر حاضر میں قرآنی جزئیات کی تفسیر کرنے والی خواتین اسکالرز کے تفسیری رجحانات و مناہج

Commentary Tendencies and Methods of Female Scholars Who Interpret the Qur'anic Details in Contemporary Era

Roohi Asmara[1]
Dr. Ferhat Naseem Alvi [2]

Abstract:
The knowledge of exegesis is such a subject that it has kept many sciences within itself, whenever an exegete interprets, he interprets in the light of dictionary, syntax, narration, theology and abrogating and abrogated verses etc. It is very difficult for a person to acquire or possess all these sciences, but then by the grace of Allah, he develops his skills. This is why the participation of women in the field of interpretation is limited, but then there are many women who wrote commentaries on the Qur'an, the biggest example of this is the wives who heard hadiths from the Prophet (SAW) and presented them in the interpretations of the Qur'an. In the same way, the female Companions and the Tabi'ayat also rendered valuable services. Furthermore, from the second century of the Hijra until the present era, many women have written something on the subject of the Quran, and some have even worked on interpretations according to their capabilities. In the present era, there are female scholars who have completed the interpretation of the Quran, as well as those who interpret Quranic details. Additionally, in the present era, there are female scholars of interpretation who hold modernist inclinations. Some female scholar-interpreters have also made significant contributions to Quranic studies beyond interpretation. This article mentions women who have not completed the full interpretation of the Quran but have interpreted some parts of it, including Wahida Khanam, Ummat al-Karim Begum Is'haq, Aisha Abd al-Rahman bint al-Shati', and Zainab Ghazali.

Keywords: *Exegesis, Interpretation, Syntax, Nattration, Theology, Abrogating*

علم تفسیر ایسا موضوع ہے کہ اس میں بہت سارے علوم پنہاں ہیں ایک مفسر کے لیے ان تمام علوم پر دسترس رکھنا بہت ضروری ہے اگر دیکھا جائے تو تفسیر کے میدان میں خواتین کا حصہ کم ہے لیکن پھر بھی کئی خواتین ایسی ہیں جنہوں نے قرآن کی تفاسیر لکھی اس کی سب سے بڑی مثال ازواج مطہرات ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنی اور ان کو قرآن کی تشریحات میں پیش کیں۔ جن میں حضرت عائشہؓ، حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت حفصہؓ قابل ذکر ہیں، اسی طرح صحابیات اور تابعیات بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں دوسری

[1]. PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha
[2]. Chairperson, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

صدی ہجری سے لیکر عصر حاضر تک کئی خواتین ایسی ہیں جنہوں نے قرآن کے موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھا، بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق تفسیر پر کچھ کام بھی کیا۔ ذیل میں ان خواتین کا تذکرہ مختصر انداز میں کیا گیا ہے جنہوں نے قرآن کی جزئیات پر کچھ نہ کچھ کام کیا ہے۔

ا۔ واحدہ خانم کے تفسیری رجحانات و مناہج

واحدہ خانم کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے واحدہ خانم لکھا ہے، جب کہ ڈاکٹر احمد خاں نے ان کا نام وحید بیگم لکھا ہے۔[1] انھوں نے قرآن کریم پر مختلف پہلوؤں سے کام کیا ہے۔ ان کی چند کتابیں درج ذیل ہیں:

الف۔ اساس القرآن

یہ کتاب سورۃ فاتحہ کے معانی و مطالب پر مبنی ہے۔ اس کی اشاعت ۱۹۳۶ء میں ہوئی ہے۔ ڈاکٹر احمد خاں نے اس کا سن اشاعت ۱۹۴۶ء لکھا ہے۔ مقام اشاعت نامعلوم ہے۔ اس کتاب کا ذکر جمیل نقوی نے بھی اپنی کتاب اردو تفاسیر (کتابیات) میں کیا ہے۔[2] ایک سو باسٹھ صفحات پر مشتمل یہ کتاب واحدہ خانم نے تصنیف کی ہے۔ کتاب پر ناشر کا نام اور سن اشاعت درج نہیں ہے۔ البتہ ملنے کا پتا بنگلور سٹی انڈیا کا درج ہے۔ کتاب دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی لائبریری میں موجود ہے۔

اس کتاب میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں تعوذ، تسمیہ رحمانیت، رحیمیت اور سورۃ فاتحہ سے بحث ہے۔ پہلے باب میں بالترتیب حمد عملی، عطیات خداوندی، محمودیت انسانی، حقیقت انسانی، استحکام خودی، قوت انسانی، حیات انسانی، دول اربعہ، دولت عشق، دولت اطمینان، دولت امید، ذات خداوندی، صفات خداوندی، اور قانون ربوبیت کے ذیلی عناوین کے تحت بحث کی گئی ہے۔ دوسرا باب قانون رحمت حقیقت مصائب و ممات اور تیسرا باب قانون عدل، قانون بقائے صالح، قانون مہلت، قانون توبہ، قانون عفو اور قانون انتقام پر مشتمل ہے۔ چوتھے باب میں قانون فعالیت، قانون للہیت، قانون عبادت، قانون توحید، قانون اخلاق، عبادات داخلی و خارجی اور سیاست کے ذیلی عناوین کے تحت بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں علم غیب و شہادت، وحدت ادیان عالمی مسئلہ اشخاص و مقاصد اختلاف ادیان عالم، مقصد خاتم الانبیاء الصراط المستقیم بعلم نافع و خمار اور انفس و حق الناس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چھٹا باب الحق، صفات اہل حت، کامیابی اور ساتواں باب اہل ہوں، صفات اہل ہوں، اصلاح جہاد، اجرت سے متعلق ہے۔ کتاب فلسفیانہ رنگ لیے ہوئے ہے۔ اس میں آیات قرآن کی تشریح فلسفیانہ انداز سے کی گئی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں روسو کے نظریہ کو بھی پیش کیا گیا ہے۔[3]

---

[1]۔ ڈاکٹر احمد خاں، قرآن کریم کے اردو تراجم، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۴۴۵ھ) ۲۶۵۔

Dr. Ahmad Khan, *Qur'ān Karīm k Urdu Tarājam*, Islamabad: Muqtadirah Qoumī Zubān, 1445AH, p.265

[2]۔ جمیل نقوی، اردو تفاسیر، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول ۱۹۹۰ء، ۱۰۶

Jameel Naqvi, Urdu Tafāsīr, Islamabad: Muqtadirah Qoumī Zubān, ed.1 1990AD, p.106

[3]۔ واحدہ خانم، اساس القرآن، بنگلور: الحبیب پبلیشرز، ۲۷۰

Wahid Khanam, *Asās al-Qur'ān*, Benglor: Al-Habib Publishers, p.270

ب۔ مطالب القرآن

مطالب القرآن[1] بھی واحدہ خانم نے مرتب کی ہے۔پہلے حصے میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے سورۃ فاتحہ پھر الٹی ترتیب سے سورۃ الناس سے سورۃ الفجر تک کی تفسیر کی گئی ہے، جب کہ دوسرے حصے میں سورۃ غاشیہ تا سورۃ النبا تک کی تفسیر ہے۔ہر سورہ کا متن درج کرنے کے بعد پوری سورہ کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔فہرست میں ہر سورہ کے مرکزی مضمون (جو مصنفہ نے اخذ کیے ہیں) وضاحت کی ہے۔اس کے بعد سور کا عنوان ذکر کیے گئے ہیں۔مثلاً مسرت، طاقت، اطمینان،، جہد کامل اور سادگی کو اپنا نصب العین بنانا۔سورۃ فاتحہ اور سورۃ الناس سے یہ سبق اخذ کیا گیا ہے کہ اللہ کو اپنا پروردگار، اپنا حقیقی بادشاہ تسلیم کرنا۔اسی طرح ہر سورہ سے پہلے اس سورہ سے جو مرکزی تعلیم حاصل ہوتی ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔سورۃ النبا سے محاسبہ اعمال کے لیے تیار رہنے کا استنباط کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں پارہ عم کی سورتوں کے مطالب بیان کیے گئے ہیں۔سیدھے سادے اور عام فہم انداز میں ہر سورہ کی ترجمانی کی گئی ہے لفظی ترجمہ نہیں ہے، بلکہ مختصر وضاحت کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔نماز کو سمجھ کر پڑھنے اور چھوٹی سورتوں کے مطالب و معانی اور مقصود سمجھنے کے لیے یہ ایک عمدہ اور لاجواب کتاب ہے۔جو یقیناً قرآن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔واحدہ خانم کی کچھ اور کتابوں کے نام ملتے ہیں۔وہ کتابیں درج ذیل ہیں:

مسائل القرآن، فوائد القرآن، ترتیل القرآن

۲۔امۃ الکریم بیگم اسحاق کے تفسیری رجحانات و مناہج

امت الکریم کی زندگی کے حالات تک رسائی نہیں ہو گی مگر ان کی کتاب 'تجلیات قرآن کے چند عجائبات'[2] کے مقدمہ سے انداز ہوتا ہے کہ ان کا تعلق پاکستان سے ہے۔امتہ الکریم کا شمار ان خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے قرآنیات میں دلچسپی لی۔اور اس موضوع پر کتاب لکھی۔ ان کی کتاب (تجلیات قرآن کے چند عجائبات) ہے اور دار مصنفین اعظم گڑھ کی لائبریری میں دستیاب ہے۔جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، اس میں قرآن کریم کی ان آیات اور مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے جس میں اللہ رب العزت کی تجلیات اور اس کی قدرت پوشیدہ ہے۔قرآن کریم میں عام طور سے دو طرح کی آیات پائی جاتی ہیں۔آیات محکمات اور آیات متشابہات، محترمہ نے مقدمہ میں دونوں آیتوں کی تفسیر مختصر بیان کی ہے۔اس کے بعد واضح کرتی ہیں کہ متشابہات کے تحت اللہ تعالی نے پوری دنیا کے لیے رہتی دنیا تک کے لیے ایجادات و تحقیقات سے متعلق اشارے بھی نازل فرمادیئے ہیں۔آج دنیا جن حقائق وانکشافات کی راہ پر گامزن ہے اور سائنس کے میدان میں جو تحقیقات ہو رہی ہیں ، دراصل اس کا راہ نما خود قرآن ہے۔مثال کے طور پر وہ مقدمہ میں لکھتی ہیں:

> " قرآن مجید کے پارہ ۲۱، سورۃ ۲۹، آیات ۴۹-۵۰ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔جس کا لب لباب یہ ہے: لوگ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ پر اس کے رب کی طرف معجزہ کیوں نہیں نازل ہوتے۔۔۔۔۔۔مذکورہ آیات کو پڑھ کر حیرت

1۔ واحدہ خانم، مطالب القرآن، بنگلور: الحبیب پبلیشرز۔

Wahid Khanam, *Matālib al-Qur'ān*, Benglor: Al-Habib Publishers

2۔امت الکریم، تجلیات قرآن کے چند عجائبات، کراچی: فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۷۰ء۔

Amat al Kareem, *Tajalliyāt e Qur'ān k Chand Ajā;ibāt*, Karachi: Fazli Sons Pvt. Ltd., 1970.

ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے کیا صاف صاف کہلوایا ہے جس کا اصل یہ ہے کہ میرے معجزے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہی نہیں ہیں بلکہ میرے قرآن کی طرح ان کا سلسلہ بھی قیامت تک جاری رہے گا۔"[1]

پوری کتاب میں قرآن کریم کی ان آیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ طور سے کسی سائنسی حقیقت سے ہے۔ اس لحاظ سے انھوں نے عنوانات قائم کیے ہیں، مثلاً چاند سے متعلق زمین سے متعلق انسانی تخلیق، ایٹم بم دھماکے اور دھماکوں کے انجام، زمین کا چھ وقفوں سے تیار ہونا، زمین اپنے محور پر ہنڈولے کی طرح گھوم رہی ہے۔ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ سمندری سواریاں، دو دریا کا مل کر چلنا بجلی کی روشنی، ایک دن پوری کائنات کا ختم ہو جانا، انسانوں کے بولے ہوئے الفاظ، انبیاء کے معجزات حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت عیسیٰؑ کے معجزات اور ان کی تاویل، حضرت موسیٰؑ کے معجزات، ریڈیو ماسکو کا اعلان وغیرہ۔ مصنفہ نے آیات قرآنی کا حوالہ دیتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ تمام سائنسی ایجادات دراصل قرآن میں بیان کردہ پیشن گوئیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں تک پہنچادی ہیں۔ یہ خداوند کریم کی تجلیات اور اس کی قدرت کے کرشمے ہیں جس کی طرف سائنس داں آہستہ آہستہ اللہ رب العزت کی توفیق کے ذریعہ راہ نمائی پارہے ہیں۔ امتہ الکریم نے آیات کا ترجمہ بھی سائنسی حقائق کی روشنی میں کیا ہے۔ زیادہ تر جگہوں پر آیات کا مفہوم یا پھر ان کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ کچھ آیات کا ترجمہ عربی ڈکشنری کی مدد سے نئے انداز اور نئے الفاظ سے کیا ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ اور آسان ہے۔ اس میں سائنسی حقائق کو قرآن کی روسے ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے، مثلاً:

"قرآن پاک کے پارہ ۲۷ سورۃ ۵۵ آیت ۳۳-۳۵ میں ارشاد ربانی ہے کہ اے جنوں انسانوں کے گروہ! اگر تم سے ہو سکتا ہے کہ زمین آسمان کے انتظار میں سے نکل کر آگے کو نفوذ کر جاؤ تو کر کے دیکھ لو تم نہ کر سکو گے، مگر سلطان کی مدد سے (اس کوشش میں) تم پر آگ کے انگارے اور کھلی ہوئی دھاتیں بریں گی۔ اور کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے گا؟ چنانچہ یہی ہوا کہ جب تک سائنس دانوں نے خاص الخاص قسم کے مضبوط راکٹ ایجاد نہیں کر لئے اس وقت تک خلانوردی میں انہی مذکورہ بالا خطرات کا خوف لاحق تھا، اور اب اگر چاند کے راستے میں نہیں تو چاند کے اندر پہنچکر وہاں پر ٹھرنے کے لئے انہی خطرات کے پیش نظر چاند کے غاروں میں جاکر رہنے کی تجاویز پر غور کیا جارہا ہے۔ ندکورہ بالا آیات میں سب سے پہلے تو یہ اشارہ قابل غور ہے کہ انسان زمین اور آسمان کے اقطار سے نکل کر نہ جاسکیں گے۔ مگر ہاں.. سلطان کے ذریعہ سے قرآن کی زبان میں سلطان راکٹ کو کہا گیا ہے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے، اس آیت میں یہ دونوں باتیں آگئیں کہ باہر نکل کر جانے سے انکار بھی ہے اور سلطان کے ذریعہ چلے جانے کا امکان بھی ہے۔"[2]

---

[1] - امت الکریم، تجلیات قرآن کے چند عجائبات، مقدمہ، ۴-۵

Amat al Kareem, *Tajalliyāt e Qur'ān k Chand Ajā;ibāt*, Muqaddimah, p.4-5

[2] - امتہ الکریم، تجلیات قرآن کے چند عجائبات، ۳۴

Amat al Kareem, *Tajalliyāt e Qur'ān k Chand Ajā;ibāt*, p.34

۳۔عائشہ عبد الرحمٰن بنت الشاطیؒ کے تفسیری رجحانات ومناہج

التفسیر البیانی للقرآن الکریم عربی زبان وادب اور قرآنی علوم کے درمیان ایک سلسلہ ہے۔اور یہ مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ کلام الٰہی کے کچھ حصوں کی تفسیر ہے جس میں چھوٹی چھوٹی سورتوں اور بعض درمیانی سورتیں شامل ہیں۔ یہ دو اجزاء پر مشتمل ہے۔بنت الشاطیؒ نے قرآن کریم کی تفسیر میں اپنے استاد اور شوہر امین الخولی کے منہج کی پیروی کی ہے۔امین الخولی نے اپنے منہج کو اپنی کتاب مناھج التجدید میں بیان کیا ہے۔[1] بنت الشاطیؒ نے اس کا خلاصہ اپنی تفسیر کے پانچویں ایڈیشن کے مقدمہ میں کیا ہے۔بنت الشاطیؒ کی تفسیر کا رجحان دیکھنے کے لیے مطالعہ کیا گیا جس سے درج ذیل نمایاں تفسیری رجحان واضح ہوئے:

قرآنی الفاظ کا استخراج

قرآنی الفاظ کی تشریح میں صرف الفاظ کی تشریح نہ کی جائے بلکہ قرآنی سیاق وسباق، تمام واقعات کو مد نظر رکھا جائے اس کے ساتھ ساتھ اس لفظ کے حوالے سے اس کی سورۃ اور چھپ ہوئے اشاروں کو بھی سامنے لایا جائے مثال کے طور پر لفظ یتما کو واضح کرتے ہوئے پہلے درج ذیل آیت پیش کرتی ہیں:

"أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ"[2]

لفظ یتما سے متعلقہ آیات پیش کرنے کے بعد مختلف مفسرین کا تذکرہ کرتی ہیں:

"فقالت: "ونعرض أو لا أقوالهم في اليتم والإيواء، والعيلة والإغناء، والضلال والهدى ثم تحتكم فيها الى القرآن ففى اليتم والابوا قال الارزي: إنّه من قولهم درّة يتيمة، ويقول الزمخشري: إنّ تفسير يتيم هنا بالدرّة اليتيمة-"[3]

قرآن سے رجوع کرنے کا نظریہ:

ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اعراب اور اسرار بیانی جاننے کے لئے خود قرآن سے رجوع کیا جائے۔یہ دیکھا جائے کہ زیرِ مطالعہ لفظ اور اس کے ہم معنٰی دیگر الفاظ قرآن کریم میں کہاں کہاں آئے ہیں اور وہاں اس کے کیا معنٰی ہیں؟ پھر یہ دیکھا جائے کہ اس مخصوص جگہ، جہاں کا مطالعہ مقصود ہے،اس کے کیا معنٰی ہیں؟ وہ لکھتی ہیں:

"ہم نحویوں اور ماہرینِ بلاغت کے اقوال کو قرآن کی روشنی میں جانچیں گے، قرآن کو نحو اور بلاغت پر جانچنے کی کوشش نہیں کریں گے۔قرآن کے صریح نص وسیاق کے سلسلے میں ہمیں علماء سلف کی تاویلات اختیار کرنے کی

---

[1]۔عائشہ عبد الرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، قاہرہ: دار المعارف، ۱/۱۴-۱۶۔

Ayesha Abdu r Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, Cairo: Dār al-M'ārif, 14-16/1

[2]۔الضحیٰ، ۹۳:۶۔

Al-Duhā, 93:6

[3]۔عائشہ عبد الرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، ۸/۲۔

Ayesha Abdu r Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, 8/2

ضرورت نہیں ہے، تاکہ نحو کے قواعد اور علومِ بلاغت کے ضوابط درست ہو جائیں۔ اس لئے کہ قرآن اپنے اعجاز اور بیان کی بلند چوٹی پر فائز ہے اور وہ ہر طرح کی آمیزش سے پاک ہے۔ اس معاملے میں شعر و شاعری کے شواہد بھی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔"۔[1]

مثال کے طور پر سورۃ علق میں لفظ أرأيتَ تین بار آیا ہے۔ وہاں اس کا مفعولِ ثانی مذکور نہیں ہے۔ مفسرین نے اس پر طویل بحثیں کی ہیں۔ بنت الشاطیٔ نے اس کے بارے میں زمخشری کی رائے اور اس پر ابو حیان کا رد نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"مفسرین کے اختلافات کے معاملے میں جب ہم بیانِ قرآنی کو حکم بناتے ہیں تو قرآن کے ایک اہم اسلوب سے آشنا ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ قرآن جب استفہامی انداز میں أرأيت کہہ کر تمام لوگوں کو مخاطب کرتا ہے تو مفعولِ ثانی کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ ایسے مواقع پر قرآن عبرت و نصیحت کے پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیات ملاحظہ کیجئے: أرأيت الذی يكذّب بالدين[2] أفرأيتم ما تمنون[3] یہ قرآن کا ایک مخصوص اسلوب ہے کہ جب لفظِ رأی سے پہلے حرفِ استفہام ہو اور خطاب کیا گیا ہو تو مفعولِ ثانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی لئے نحوی قواعد کی رو سے مفعول ثانی کو محذوف یا مقدر ماننے اور اسے تلاش کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ قرآن نے یہاں عبرت و نصیحت کے کس پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے۔"[4]

عربی زبان میں مہارت:

مفسرہ عائشہ تفسیر کے روایتی منہج پر بھی تنقید کرتی ہیں، جس کے مطابق قرآن کی کسی نص کا مطالعہ دیگر نصوص کو سامنے رکھے بغیر کیا جاتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ نصِ قرآنی کا مطالعہ موضوعاتی طرز پر کرنا چاہئے، جس طرح دیگر نصوص کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جن کا قرآنِ کریم کے اعجازِ بیانی سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عربی زبان و ادب میں مہارت ہی قرآن میں غور و فکر اور اس کے صحیح فہم کا مثالی طریقہ ہے۔ وہ نصِ قرآن کے منہجی مطالعہ کو اس کی دلالتوں کو سمجھنے اور اس کے مقاصد کا ادراک کرنے کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ اس لئے وہ قرآن کے مفرد الفاظ اور اسالیب کے فہم کو ضروری قرار دیتی ہیں۔[5]

---

[1]۔ عائشہ عبد الرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، مقدمہ

Ayesha Abdu r Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, Muqaddemah

[2]۔ الماعون، ۱۰۷:۱

Al-Mā'ūn, 107:1

[3]۔ الواقعہ، ۵۶:۵۸۔

Al-Wāqi'ah, 56: 58

[4] عائشہ عبد الرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، ۲/۲۷-۲۹

Ayesha Abdu r Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, 27-29/2

[5]۔ ایضاً، ۱/۱۴۔۱۵

Ibid, 14-15/1

حروف قرآنی کو سمجھنا

ان کی تفسیر اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ قرآن کے اسرارِ بیانی تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اس کے نص کے ہر لفظ اور ہر حرکت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ ان کے مطابق کلام الہی کا ایک ایک لفظ اپنا ایک مقام رکھتا ہے کوئی بھی اس کی جگہ نہیں لے سکتا ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف نہیں لے سکتا، اور ایک حرکت کی جگہ دوسری حرکت نہیں آسکتی۔ اپنی اس رائے کو انہوں نے **فواتح السور** میں بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر تفسیر میں **القسم** اور **الحلف**، **اللھو** اور **المشغلة** کے مترادف ہونے کی نفی کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب **الاعجاز البیانی للقرآن الکریم** میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور اس کی بہت سی مثالیں دی ہیں۔[1]

نحویوں کے برعکس بنت الشاطی نے قرآن میں حرفِ زائد کا انکار کیا ہے۔ جیسے آیت:

"ما انت بنعمة ربک بمجنون"[2]

مندرجہ بالا آیت میں لفظ **نعمة** سے پہلے ب کو مفسرین اور نحویین نے بازائدہ کا نام دیا ہے، لیکن بنت الشاطی کے نزدیک یہ ب زائدہ نہیں ہو کر قرآن کا خاص اسلوب ہے، اور وہ یہ کہ جب ب، **ما** و **لیس** کی خبر بنتی ہے تو جحد و انکار کے معنٰی میں آتی ہے۔ اس طرح کی مثالیں قرآن میں درج ذیل کئی جگہ موجود ہیں:

وما أنت بهادی العمی عن ضلالتهم[3]

وما أنا بظلام للعبید[4]

وما الله بغافل عما تعملون[5]

اسی طرح جو مقطعات ہیں اس ضمن میں بھی وہ پہلے تمام اقوال علماء کو ذکر کر کے علامہ ابن القیم کے قول کو ترجیح دی ہے کہ اس سے حروف کی عظمت اور ان کا شرف بتانا مقصود ہے کہ یہ صرف قرآن کا ہی اسلوب ہے اور اسی کا اعجازِ بیان ہے کہ عام حروف سے ایسا کلام وجود میں آیا جس کے مثل لانے سے تمام انسان عاجز ہیں۔

---

[1] ۔عائشہ عبدالرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، ۱/۱۹۳-۲۱۰

Ayesha Abdu r Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, 193-210/1

[2] ۔القلم، ۶۸:۲

Al-Qalam, 68: 2

[3] ۔الروم، ۳۰:۵۳۔

Al-Room, 30:53

[4] ۔ق، ۵۰:۲۹۔

Qāf, 50: 29

[5] ۔البقرہ، ۲:۷۶۔

Al-Baqarah, 2:76

عقلی و نقلی دلائل

وہ عقل و نقل کے درمیان ہم آہنگی کی داعی ہیں۔ان کا ایک امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے عقل و نقل کے درمیان انتہائی سے مہارت سے ہم آہنگی پیدا کی ہے اور تقلید کو چھوڑ کر تجدید کی روش اختیار کی ہے۔انہوں نے تفسیر میں بعض آراءِ سلف کو قبول کیا ہے ور بعض کو رد کیا ہے۔اپنی کتاب التفسیر البیانی، کے جزء ثانی میں کہتی ہیں:

"ہم مفسرین کی علمی کاوشوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کے اقوال کو قرآن پر پیش کرتے ہیں، اور ان میں جو اقوال قرآن کے نص اور اس کے سیاق سے مطابقت رکھتے ہیں، انہیں قبول کر لیتے ہیں۔"[1]

اسرائیلی روایات سے گریز

کتبِ تفسیر میں بہت سی اسرائیلی روایات، اسی طرح مفسرین کے ذوق، عقل و فہم، ماحول اور مسلکی، سیاسی اور گروہی عصبیتوں کی وجہ سے بہت سی باتیں تفسیروں کا حصہ بن گئیں۔بنت الشاطی نے اپنی تفسیر کو اس طرح کی تمام چیزوں سے پاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مثلاً بعض کتبِ تفسیر میں ہے کہ حوا آدم کے جنت سے نکالے جانے کا سبب تھیں۔بنت الشاطی اس سے اختلاف کرتی ہیں۔وہ ان لوگوں پر زبردست حملہ کرتی ہیں جو عورت کو محض شہوت پوری کرنے کا ذریعہ اور معصیت و گمراہی کا مرکز قرار دیتے ہیں۔وہ کہتی ہیں کہ قرآن کریم عورت کی تکریم کرتا ہے اور زندگی کی تعمیر میں اسے مرد کے ساتھ شریک کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔[2]

یہی مؤقف انہوں نے تفسیر اشاری (صوفیانہ تفسیر) کے سلسلہ اختیار کیا ہے۔مثلاً صوفیاء کہتے ہیں کہ والضحیٰ سے مراد حضور ﷺ کا روئے انور اور واللیل سے مراد آپؐ کے بال ہیں، یا یہ کہ والضحیٰ سے اہلِ بیت مرد اور واللیل سے اہلِ بیت خواتین مراد ہیں۔بنت الشاطی اس طرح کے تمام اقوال کا رد کرتی ہیں۔[3]

موضوعی رجحان:

ان کی تفسیر کا ایک خاصہ یہ ہے اس میں موضوعی رجحان کو اپنایا گیا ہے یعنی ایک موضوع سے متعلق قرآن میں موجود تمام آیات کو وہ ایک جگہ جمع کر کے تفسیر کرتی ہیں اور اس کے الفاظ اور اسالیب کے استعمالات سے رہنمائی حاصل کرتی ہیں۔[4] قرآن کی بعض چھوٹی سورتوں کی تفسیر میں انہوں نے اس منہج کو اختیار کیا ہے۔ان میں سے اکثر مکی سورتیں ہیں، جن میں اسلام کے بنیادی اصولوں سے بات کی گئی ہے۔ان کا منہج

---

[1]۔ عائشہ عبدالرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، ۸/۲۔

Ayesha Abdu ur Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, 8/2

[2]۔ ایضاً، ۱۶/۱۔

ibid, 16/1

[3]۔ ایضاً، ۳۲/۱

ibid, 32/1

[4]۔ ایضاً، مقدمہ تفسیر، ۱۷/۱-۱۸۔

ibid, Muqaddimah Tafsīr, 17-18/1

استقرائی ہے۔انہوں نے القرآن یفسر بعضه بعضا کے اصول پر تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے۔یہ تفسیرِ قرآن کا سب سے اچھا طریقہ ہے۔ مثال کے طور پر لفظِ حطمة کی تفسیر کرتے ہوئے بتاتی ہیں کہ اس مادہ سے ایک دوسرا لفظ حطام قرآن میں تین مرتبہ آیا ہے۔ (سورت زمر:۲۱، سورۃ واقعہ:۶۵، سورۃ حدید:۲۰)۔[1] اسی طرح آیت: ما أنت بنعمة ربک بمجنون(سورۃ قلم:۲)کی تفسیر میں وہ قرآن کے ان تمام مقامات کا استقراء کرتی ہیں جہاں لفظِ نعمة اور نعیم آئے ہیں، پھر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتی ہیں کہ دونوں ایک معنٰی میں نہیں ہیں، بلکہ قرآن میں ہر جگہ نعمة کا استعمال دنیاوی نعمتوں کے لئے، جبکہ نعیم کا استعمال اخروی نعمتوں کے لئے ہوا ہے۔[2]

اسباب نزول سے متعلق روایات

اسبابِ نزول کی روایات اور ترتیبِ نزول کے سلسلہ میں ان کا مؤقف یہ ہے کہ اسبابِ نزول کی روایات کا زمانہ نزول کے حالات کو سمجھنے کے لئے اعتبار کیا جائے گا، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے ان آیات کو اپنے حالات پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر وہ حالات پیش نہ آئے ہوتے تو وہ آیات نازل ہی نہ ہوتیں۔اسی طرح وہ کہتی ہیں کہ آیاتِ قرآن اور الفاظِ قرآن کی دلالتوں میں تدبر کرنے کے لئے سیاقِ عام کے فہم میں ترتیبِ نزول کا اعتبار کیا جائے گا۔[3]

مثال: سورۃ ضحی کی تفسیر میں کہتی ہیں:

> "مفسرین نے اس کے بہت سے سبب نزول بیان کیے ان میں سے ایک سبب نزول یہ ہے کہ شروع میں آپ ﷺ پر وحی آنے میں دیر ہوئی یہاں تک کہ آپ پر شاق گذرا لوگوں نے یہ باتیں کہیں کہ محمد ﷺ کو حق تعالی نے چھوڑ دیا ہے وغیرہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ حضرت خدیجہؓ سے وحی کے انقطاع کی شکایت کی کہ میرے رب نے مجھے چھوڑ دیا ہے حضرت خدیجہؓ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ نے جس کرامت کے ساتھ ابتدا کی ہے کہ اسکو پورا کرنا چاہتا ہے پھر یہ آیت اتری: ما ودعک ربک وما قلی [4]

اسی طرح باقی روایات بھی درج ذیل ہیں:

> "وفي رواية ثانية، انها السيده خديجه وقد رابها فتور الوحی لكن رواية ثالثة يقول ان حمالة الحطب ام جميل امراة ابی لهب قالت يا محمد ما اری شيطانک الا وقد ترکک

---

[1] -عائشہ عبد الرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، ۱۷۵/۲۔

Ayesha Abdu ur Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, 175/2

[2] -ایضاً، ۴۵/۲-۴۶۔

ibid, 45-46/2

[3] -ایضاً، مقدمہ، ۸/۲-۹۔

ibid, 8-9/2

[4] -ایضاً، ۲۳/۱۔

ibid, 23/1

ورواية رابعة تقول ان المشركين هم الذين قالوا فى شماتة قدد قلاه ربه وودعه ولا نقف عند ما الختلفو فيه فاسباب النزول لا تعدو ان تكون قرائن مما حول النص وهى باعتراف القدمين انفسهم لا تخل من وهم ولاختلاف فيها قديم و خلاصة ما انتهى اليه قولهم فى اسباب النزول انها ما نزلت الا ايام وقوعة وليس السبب فيها بمعنى السببية الحكمية العلية "[1]

مثال: اسی طرح سورۃ ماعون کے اسباب نزول کے بارے میں لکھتی ہیں:

"کہ سورۃ ماعون ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی یا عاص بن وائل السہمی یا ولید بن مغیرہ یا ابو جہل کے بارے میں، ابن عباس کہتے ہیں یہ تمام منافقین کے بارے میں عمومی لفظ کے ساتھ نازل ہوئی۔"[2]

سائنسی تفسیر کے مخالف رجحان

سائنسی تفسیر کی سخت مخالف ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن کتابِ ہدایت ہے۔ یہ فزکس، کیمسٹری یا دیگر سائنسی علوم کی کتاب نہیں ہے۔ انہوں نے مجلۃ الاھرام میں اس سلسلے میں متعدد مقالات لکھے تھے۔ جیسے سورۃ علق میں ہے:

"خلق الانسان من علق"[3]

اس آیت کے ضمن میں لکھتی ہیں:

"اس آیت کے تحت نئے محققین نے علم الجنین کی بحث شروع کر دی ہے اور فزیالوجی اور بیالوجی کے ماہرین کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، تاکہ وہ اس آیت کی تشریح کریں جو نبی کریم ﷺ کی معرفت ایسی امی قوم پر اتری تھی، جسے علمِ جنین کی کچھ واقفیت نہیں تھی۔ یہ بات ناقابل تصور ہے کہ قرآن کریم خالق کی ربوبیت اور قدرت کے اثبات کے لئے ایسی باتیں پیش کرے جو ان لوگوں کے لئے ناقابل تصور ہوں اور جن کے فہم و ادراک سے وہ قاصر ہوں۔"[4]

ماخذ تفسیر

عائشہ عبدالرحمن نے متقدمین و متاخرین اور معاصرین کی مختلف کتبِ تفسیر پر اعتماد کیا ہے، مثلاً تفسیر طبری، زمخشری کی کشاف، ابوحیان کی

---

[1] ۔ عائشہ عبدالرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، ۲۳/۱

Ayesha Abdu ur Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, 23/1

[2] ۔ ایضاً، ۱۸۳/۱

Ibid, 183/1

[3] ۔ العلق، ۹۶:۲۔

Al-Alaq, 96:2

[4] ۔ عائشہ عبدالرحمن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، ۱۸/۲۔

Ayesha Abdu ur Rahman, *Al-Tafsafīr al-Bayānī al-Qur'ān al-Karīm*, 18/2

البحر المحیط، رازی کی تفسیر کبیر، نیساپوری کی غرائب التفاسیر وغیرہ۔ علاوہ ازیں انہوں نے علوم قرآن کی بعض تصانیف سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً سیوطی کی الاتقان اور ابن القیم الجوزی کی التبیان فی اقسام القرآن۔ وہ اپنی تفسیر میں محمد عبدہ کی آراء کا بھی حوالہ دیتی ہیں، لیکن ان مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے مفسرین کی آراء کو من وعن قبول نہیں کر لیا ہے، بلکہ وہ بسا اوقات ان پر تنقید بھی کرتی ہیں۔

تفسیری رجحان کا خلاصہ

الف۔ بحث و مطالعہ کا موضوعاتی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ جس موضوع کا مطالعہ مقصود ہو اس پر قرآن کی تمام آیات یکجا کر لی گئی ہیں۔

ب۔ قرآنی نص کو سمجھنے کے لئے آیات کو ترتیبِ نزول کے اعتبار سے جمع کیا گیا، پھر اسبابِ نزول سے متعلق مرویات پیشِ نظر رکھی گئی جائیں۔ کسی آیت کے نزول کے سلسلہ میں اس کے مخصوص سبب کے بجائے عموم لفظی کو دیکھا گیا۔

ج۔ الفاظِ قرآن کے معانی و مطالب کو سمجھنے کے لئے پہلے عربی زبان و لغت میں حقیقی و مجازی معانی میں ان کا استعمال ہوا سامنے رکھا گیا۔ پھر قرآن کی دلالت کو سمجھنے کے لئے پورے قرآن کا استقراء کیا اور یہ دیکھا کہ مخصوص آیت اور دیگر مقامات پر وہ کن معانی میں آئے ہیں۔

د۔ قرآنی نصوص کے سیاق پر مفسرین کے اقوال کو پرکھا گیا۔ ان میں سے جن اقوال کو نصِ قرآن قبول کرتا ہو، انہیں لیا اور کتبِ تفسیر میں جو اسرائیلی روایات، مسلکی خرافات اور بے جا تاویلات بھر دی گئی ہیں ان سے احتراز کیا گیا۔ جس سے ماثوری رجحان نمایاں نظر آتا ہے۔

۴۔ زینب غزالی کے تفسیری رجحانات و مناہج

زینب غزالی کی بھی علوم اسلامیہ میں گراں قدر خدمات ہیں جس میں انہوں نے بہت ساری تصانیف بھی لکھیں اور ساتھ ساتھ تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتی رہیں۔ انھوں نے اخوان کے ترجمان (الدعوۃ) کا اجرا بھی دوسری بار کرایا اور اس میں خواتین اور بچوں سے متعلق مستقل کالم لکھے۔ عورتوں کے مسائل نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ذمہ داریاں وغیرہ موضوعات پر خوب لکھا۔ انھوں نے امریکہ، یورپ، ایشیاء اور افیقہ جیسے ممالک میں پروگراموں اور دیگر کانفرنسوں میں شرکت بھی کی۔ وہ عالم اسلامی کے مسائل سے بھی جڑی رہتی تھیں۔ ان کی متعدد تصانیف و مقالات چونکہ کافی شائع ہو چکے تھے اور بہت ساری زبانوں میں ان کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

ان کی تصانیف میں ابنتی (۲ جلد)، مشکلات الشباب و الفتيات في المرحلة المراهقة (٢ جلدين)، نحو بعث جديد، ايام من حياتى، نظرات في الدين و الحياة، شرح الأربعين النووية، اور نظرات في كتاب الله جیسی عظیم شاہکار تصانیف ہیں۔[1]

زینب غزالی کے اہم علمی کارناموں میں ان کا سب سے بہترین کارنامہ ان کی تفسیر (نظرات في كتاب الله) ہے۔ جیل میں ان کا واحد سہارا قرآن کریم تھا۔ چنانچہ جب وہ قرآن پڑھتیں تو پڑھنے کے دوران اہم توضیحات و تشریحات کے درج کر لیا کرتی تھی جب جیل سے واپس آئیں تو اس وقت ان کو اپنا لکھا ہوا مصحف نہ مل سکا، دوبارہ کام کو شروع کرنے کے لیے اپنی حافظہ و یاداشت پر زور دیتے ہوئے اس کام کو دوبارہ شروع کیا اور صرف سورۃ ابراہیم تک ہی شرح و تفسیر کر پائیں۔

---

[1] -زینب الغزالی، ایام من حیاتی، زنداں کے شب و روز، مترجم: خلیل احمد حامدی (لبنان: دی ہولی قآن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۳ء)، ۲۱۱۔

Zainab Al-Ghazali, *Ayyām min Hayātī*, *Zindān k Shab o Roz*, Lebanon: The Holy Qur'an Publishing House, 1983, p.211

اس تفسیر کی پہلی جلد سورۃ ابراہیم تک اور ۱۱۷ صفحات پر مشتمل ہے جو دار الشروق قاہرہ ۱۹۹۴ء/۱۴۱۴ھ کے توسط سے منظر عام پر آئیں۔ علاوہ ازیں اس پر مصر یونیورسٹی کے اساتذہ کرام نے نظر ثانی بھی کی۔ نیز اس تفسیر کے علاوہ چھوٹے بچوں کے لیے آخری پاروں اٹھائیس، انیتس تیس کی سادہ زابان میں تفسیر بھی کی، ان کی تفسیر نظرات اب قاہرہ سے دوبارہ شائع ہو چکی ہے جو تقریباً ۱۳۰۰ صفحوں کی ہے۔ اس تفسیر کا خاص پہلو یہ ہے کہ زینب غزالی نے آیات قرآنیہ کی تفسیر میں دعوت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے مثلاً ایک آیت کی تفسیر میں دعوت اسلوب واضح نظر آتا ہے۔ گویا اس تفسیر میں دعوتی رجحان نمایاں ہے۔[1]

زینب غزالی کے تفسیری رجحان کو درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے:

تفسیر بالماثور:

زینب غزالی کی تفسیر میں ماثوری تفسیر کا رجحان نمایاں نظر آتا ہے کیونکہ تفسیر کرتے وقت ماثور پر اعتماد کرتی ہیں۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر کرتے وقت سب سے پہلے اس بات کا اہتمام کرتی ہیں کہ آیات کی تفسیر آیات قرآنیہ سے ہی جائے پھر احادیث مبارکہ سے اس کے بعد آثار صحابہ سے اور آخر میں اقوال اسلاف وغیرہ سے کرتی ہیں مثال کے طور پر:

قرآن کی تفسیر قرآن سے

تفسیر کرتے وقت قرآنی آیت کی تفسیر سب سے پہلے قرآن سے ہی کرتی ہیں جیسے سورۃ بقرۃ کی آیت 116 کے ضمن میں فرماتی ہیں:

"وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ"[2]

مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کے لیے اولاد بنالی وہ یہود و نصاریٰ ہیں[3] جیسا کہ دوسری آیت میں مذکور ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ ----- ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ" [4]

قرآن کی تفسیر احادیث سے

اسی طرح آیات قرآنیہ کے معنی کی توضیح و تشریح میں احادیث نبویہ ﷺ بطور استشہاد پیش کرتی ہیں جیسا کہ سورۃ المائدہ میں وسیلہ کے متعلق آیت مبارکہ:

---

[1] ۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ (قاہرہ: دار الشروق، ۱۹۹۴ء)، ۲۵۱/۱

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, Cairo: Dār Al-Sharq, 1994, 251/1

[2] ۔ البقرہ، ۲:۱۱۶۔

Al-Baqarah, 2:116

[3] ۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۵۷/۱

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 57/1

[4] ۔ التوبہ، ۹:۳۰

Al-Toubah, 9:30

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[1])میں لفظ وسیلہ کی توضیح میں ذیلی حدیث کو ذکر کرتی ہیں:

"قال ﷺ من قال حین یسمع النداء ای الاذان اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"[2]

اسی طرح کبھی کبھی آیت قرآنیہ کی تفہیم وتائید کے لیے حدیث کو بطور دلیل بھی پیش کرتی ہیں، مثال کے طور پر سورۃ ابراہیم کی آیت ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ ----- وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" [3]

اس آیت (کہ اللہ نے ہر قوم میں اسی کی زبان میں رسول مبعوث فرمایا) کی تائید میں ابوذر ؓ سے مروی حدیث ذکر کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے اسی قوم کی زبان میں نبی بھیجا ہے۔[4]

قرآن کی تفسیر اقوال صحابہؓ سے

اسی طرح آیات قرآنیہ کی تفسیر صحابہ اور تابعین کے اقوال سے بھی کرتی ہیں، جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی آیت ۱۰ سے مثال درج ذیل ہے:

"فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ------ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ"[5]

اس آیت کے ضمن میں لفظ مرض کی وضاحت میں لکھتی ہیں کہ جمہور صحابہؓ نے مرض کے معنی شک کے بیان کیے ہیں جن میں ابن عباس اور ابن مسعودؓ شامل ہیں اسی طرح تابعین میں سے مجاہد، قتادہ اور حسن بصریؒ مرض کے معنی ریا کے لیتے ہیں۔[6]

سبب نزول میں ماثوری تفاسیر پر اعتماد

آیات قرآنیہ کی تفسیر میں اسباب نزول کو بیان کرتے وقت تفسیر القرآن العظیم معروف بہ تفسیر ابن کثیر اور الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی سے روایات لیتی ہیں علاوہ ازیں جس طرح گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ مصر یونیورسٹی کے اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا اور تفسیر کے وقت ان کے علم سے استفادہ کیا اسی طرح آیات قرآنیہ کی تفسیر میں ان مشائخ کے اقوال کا جابجا حوالہ دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جیسے سورۃ انفال کی آیت ۹ کے بارے میں لکھتی ہیں:

---

[1]۔ المائدہ، ۵:۳۵۔

Al-Mayedah, 5:35

[2]۔ بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۱۴؛ زینب غزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۳۳۵/۱

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 335/1…..Bukhari, Al Jāme al Sahīh, Hadith: 614

[3]۔ ابراہیم، ۱۴:۴۔

Ibrahīm, 14: 4

[4]۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۶۱/۱

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 61/1

[5]۔ البقرہ، ۲:۱۰۔

Al-Baqarah, 2:10

[6]۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱۹/۱

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 19/1

"اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ"[1]

مندرجہ بالا آیت کے شان نزول میں تفسیر ابن کثیر سے ذیلی روایت نقل کرتی ہیں، سیدنا عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ:

" لما كان يوم بدر نظر رسول الله ﷺ إلى المشركين وهم ألف وأصحابه ثلاث مائة وتسعة عشر رجلا، فاستقبل نبي الله ﷺ القبلة، ------------"۔[2]

سورۃ کا تعارف:

آیات قرآنیہ کی جب مفسرہ کسی سورت کی تفسیر کرتی ہیں تو سب سے پہلے اس کا بنیادی تعارف پیش کرتی ہیں یعنی شروع میں ہی اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے کے بارے میں، اس سورت میں کتنی آیات ہیں اور اس سورت کے فضائل میں کیا کیا شامل ہیں؟ اور اس کے سببِ نزول میں صحیح روایات کا بتاتی ہیں، مثال کے طور پر وہ سورۃ ال عمران کی ابتدا میں لکھتی ہیں:

"کہ مدینہ میں 9ھ میں نجران سے ایک وفد آیا تھا، جس نے نبی ﷺ سے مناظرہ کیا تھا۔ آپؐ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا، اور جزیہ ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اس سے وہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت کے وجوب اور سابقہ شریعتوں کے نسخ کے حوالے سے گفتگو کرتی ہوئی نظر آتی ہیں"۔[3]

مثال: مثال کے طور پر جب سورت بقرہ کی تشریح کرتی ہیں تو سب سے پہلے سورت کا تعارف کرواتے وقت متقین کی صفات کو بیان کرتی ہیں اور پھر خوف خدا سے متعلق گفتگو کرتی ہیں پھر آیات قرآنیہ کی تشریح کرتے وقت دیگر صحابہ کرامؓ کے آثار مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت علیؓ کے آثار کو لاتی ہیں[4]

مقطعات حروف کے سلسلے میں قرآن کے اعجاز اور اس کی تشبیہات کی طرف خاص توجہ مبذول کروائی ہے اور اعجاز قرآن کے پہلوؤں کے بیان کرنے کے ساتھ بہت سارے اہل علم کی رائے کو پیش کیا جیسے حروفِ مقطعات کے ضمن میں تمام علماکے اقوال کے بعد سید قطب کے قول کو اہمیت دی۔۔وہ کہتی ہیں:

"حروف مقطعات کا معاملہ بالکل اللہ کی مخلوقات جیسا ہے مٹی بھی اللہ کی طرف سے بنائی ہوئی ہے مٹی جیسے چھوٹے چھوٹے ذروں سے مل کر بنتی ہے اور پھر لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہوئے مختلف قسم کی اینٹیں بناتے ہیں ایسا ہی معاملہ ان حروف مقطات کا ہے یہ حروف بھی چھوٹے چھوٹے تو ہوتے ہیں، حروف اور کلمات کی شکل ہوتی ہے لیکن

---

[1]۔ الانفال، ۸:۹۔

Al-Anfāl, 8:9

[2]۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱/۴۶۶۔

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 466/1

[3]۔ ایضاً، ۱/۱۸۹-۱۹۰۔

ibid, 189-190/1

[4]۔ ایضاً، ۱/۲۰-۲۱۔

ibid, 20-21/1

اس سے اپنے رب کا کلام قرآن بن جاتا ہے اور یہ ایسے حروف ہیں کہ جن پر صرف عرب لوگ یا عربی سے واقفیت رکھنے والے ہی اس کو پہچان سکتے ہیں۔"[1]

خواتین کے حقوق کو نمایاں کرنا

انہوں نے اپنی تفسیر میں حقوق نسوں کا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کو اجاگر بھی کیا ہے کہ غلط قسم کی رسومات ترک کو کیا جائے وہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ حقوق نسوں ہر صورت پورے ہونے چاہیے بلکہ قرآن کی روشنی میں یہ حقوق ادا ہونے چاہیے۔ مثلا عورت کی عدت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"عدت کے لیے زیادہ دیر تک غم میں نہیں رہنا چاہیے بلکہ جیسے ہی عدت ختم ہو جائے تو غم کا لباس بھی اتار دینا چاہیئے مثلا بیوی کے حاملہ ہونے کی صورت میں اگر خاوند فوت ہو جاتا ہے تو وضع حمل تک اپنی عدت کو پورا کرے اور جیسے ہی عدت مکمل ہو جائے تو فورا ہی دوسرے نکاح کی اس کو متوجہ ہو جانا چاہئے اور اسے یہ حق بھی ملے کہ جلد ہی اپنا دوسرا نکاح کرلے۔ اللہ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے (وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ)۔ لہذا اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے صحابیہ (حضرت سبیعہ الاسلمیہ) کے واقعہ کو پیش کرتی ہیں کہ ان کو بھی پیارے حبیب ﷺ نے بچہ کی ولادت سے عدت ختم ہونے کے ساتھ دوسرے نکاح کی اجازت دی تھی۔"[2]

فقہی و مسلکی اختلافات سے گریز

انہوں نے اپنی تفسیر میں لغوی مسائل اور فقہی اور مسلکی اختلافات سے گریز کیا ہے، احکام کی سلسلے میں صرف معانی ہی بیان کرتی ہیں۔ مثلا **حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى** (البقرہ:۲۳۸) کی توضیح بیان کرنے میں اکتفا کرتے ہوئے کہتی ہیں:

"الصلاۃ الوسطیٰ کا معنی و مفہوم اور مختلف اقوال سمجھنا کو ضروری ہے یہ نماز کونسی ہے؟ اس ضمن میں علما کے اقوال مختلف ہیں۔ پھر کہتی ہیں اختلافات بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ حق تعالی نے صرف اس بات کا حکم دیا ہے کہ مطلقا اہل اسلام اپنی تمام نمازوں کی حفاظت کریں۔"[3]

حالات حاضرہ سے تطبیق

آیاتِ قرآنیہ کا سیاق وسباق بیان کرتے ہوئے انہیں موجودہ (عصر حاضر) کے جدید مسائل سے تطبیق کرتی ہیں۔ آیتِ ربا کے بعد آیت ہے:

---

[1]۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱۹/۱-۲۰۔

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 19-20/1

[2]۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شھد بدرا، حدیث: ۳۷۷۰۔

Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jāme Al-Sahīh, Book: Al-Maghāzī, Hadith: 3770

[3]۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱۴۵/۱۔

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 145/1

وآتوا الزکوٰۃ[1] اس کی توضیح یوں بیان کرتی ہیں:

"سودی معاملہ اتنا زیادہ عام ہو چکا ہے کہ اس نظام کی وجہ سے لوگوں نے زکوۃ دینا بھی چھوڑ دیا ہے اور دور ہو چکے ہیں یہ ایک ایسا انفرادی مسئلہ ہے ہر کوئی اس کی گرفت میں آچکا ہے نیک لوگ ہی اس زکوۃ جیسی عبادت کو چھپ کر اور اعلانیہ ادا کرتے ہیں لیکن پھر بھی یہ سودی نظام تیزی سے پھیل رہا ہے۔"۔[2]

تفسیر کا دعوتی رجحان

مفسرہ کی تفسیر کا اصلی رجحان یا پہلو تو دعوت کے حوالے سے ہے۔ دعوتی پہلو کو وہ آیات کی تشریح و توضیح میں نمایاں کرتی ہیں اور ساتھ ہی قرآن کریم مطالب و معانی و مفاہیم کو عصر حاضر سے بھی جوڑتی ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے مسائل معاشرہ کا علاج ہو سکے۔ مثلاً آیت: ان اللہ لایغیر ----------------------[3] کی تفسیر میں لکھتی ہیں:

"جب تک مسلمانوں نے رب کے قرآن اور پیارے حبیب ﷺ کے فرمان کو تمسک کیا، مضبوطی سے پکڑے رکھا کامیابی کی طرف چلتی رہے لیکن جب اللہ کے قرآن اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ دیا، فیصلے مرضی سے کرنے لگی ،اللہ کی نافرمانی پر اتر آئی اپنی روش بدل کر کافروں کی پیچھے چل پڑی تو حق تعالی نے انہیں ذلیل و خوار کر دیا اور اس غلط روش کی وجہ سے اللہ نے ان کو ایسا کر دیا کہ زندگی بھر اپنے معاملات نہ صرف لوگوں کے سپرد کر دیے بلکہ غلامی کی زندگی بھی بسر کرنے لگے اب اگر وہ واپس آنا چاہتے ہیں تو ان کو توبہ کرنا ہوگی رب کی طرف واپس آتے ہوئے اسی پر اعتماد کرنا ہو گا سنت رسول ﷺ پر عمل کرنا ہو گا تب اللہ ان کا وہ مقام ان کو واپس دے سکتا ہے جو ان سے لے لیا گیا تھا۔"[4]

دعوتی طریقے سے امت کو بیدار کرنا:

ان کی تفسیر کا ایک خاصہ یہ ہے کہ وہ آیات قرآنیہ کے ذریعے ایسے دعوتی اسلوب کو اختیار کرتی ہیں کہ جس سے امت کے درمیان ختم ہو جانے والے فرائض و سنت کو زندہ کیا جا سکے۔ مثلاً آیت: ومن لم یحکم بما انزل اللہ فأولٰئک ھم الکافرون[5] کے ضمن میں رقمطراز ہے:

---

[1]۔ البقرہ، ۲:۲۷۷۔

Al-Baqarah, 2:277

[2]۔ زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱/۱۷۸۔

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 178/1

[3]۔ الرعد، ۱۳:۱۱۔

Al-Rā’d, 13:11

[4]۔ زینب غزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱/۶۸۴۔

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 684/1

[5]۔ المائدہ، ۵:۴۴۔

Al-Māyedah, 5:44

"مندرجہ بالاآیت پر غور کیاجائے تو معلوم ہوتاہے کہ جس نے اللہ کے حکم کو تسلیم نہیں کیاان پر کفر کا فتوی قرآنی آیت کے مطابق لگ جاتاہے اسی طرح اگر ایک مسلمان حق تعالی کے حکم کی نافرمانی کرے گا تو جس طرح بنی اسرائیل پر اللہ کا حکم نہ ماننے پر کفر کا فتوی لگا تھا اسی طرح مسلمانوں پر کفر کا فتوی لگنے کا کیا حکم ہے ؟"۔[1]

مثال: ایک اور آیت میں: **وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین**[2] کے حوالے سے فرماتی ہے:

"جہاد کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ بالا آیات سے لگایا جاسکتاہے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے جہاد سے رو گردانی کی ان میں ہمیشہ باہمی طور پر انتشار، اختلافات اور جھگڑے پیدا ہوئے تاریخ اس بات کی گواہ ہے، اور اس اختلافات اور باہمی انتشار کی وجہ سے وہ اپنے گھروں اور مالوں کے بھی مالک نہ رہے اور دشمنوں نے ان پر قبضہ کر لیا، اور بد قسمتی سے آج بھی مسلمانوں کا یہی مسئلہ وہ جہاد کی دوری کی وجہ سے انتشار میں الجھے ہوئے ہیں"۔[3]

مثال: زینب غزالی کے تفسیری رجحان کو واضح کرنے کے لیے ایک جامع مثال یہ ہے کہ انہوں نے آیت: **مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ۔۔۔**[4] کی تشریح میں لکھاہے:

"سورۃ بقرہ کی اان آیات مبارکہ میں بہت عمدہ اور بہترین ربط موجود ہے، یعنی اس آیت سے آخر سورت تک بہترین مختلف قسم کے مضامین ربط کے ساتھ موجود ہے، ابتدا میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم موجود ہے پھر ربا سے دور رہنے اور ہر ممکن بچنے کا حکم، پھر اس سے متعلقہ قرض لین دین اوور پھر لین دین سے متعلقہ معاملات رہن، قرض کا لکھنا اور قرض کی گواہی شامل ہے سب سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے، پھر سود سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، پھر قرض کے لین دین اور اس سے متعلق معاملات، مثلاً گواہی، کتابت اور رہن وغیرہ کا حکم دیا گیاہے۔ اس طرح قرآن واضح کرتاہے کہ مال انسانی زندگی کا سہارا اور اس کی زینت ہے اور اس سے انسان کا بنیادی تعلق ہے۔ اس لئے مال سے اس کے ربط کو اعتدال و توازن پر قائم کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔"[5]

[1]۔زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱/۳۷۹-۳۸۰

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 379-380/1

[2]۔البقرہ، ۲: ۱۹۰۔

Al-Baqarah, 2:190

[3]۔زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱/۱۰۰-۱۱۴

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 100-114/1

[4]۔البقرہ، ۲: ۲۶۱۔

Al-Baqarah, 2:261

[5]۔زینب الغزالی، نظرات فی کتاب اللہ، ۱/۱۶۳-۱۶۵

Zainab Al-Ghazali, *Nazrāt fī Kitābullah*, 163-165/1

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا مفسرات کی تفاسیر کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ان کی تفاسیر میں بحث و مطالعہ کا موضوعاتی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ جس موضوع کا مطالعہ مقصود ہو اس پر قرآن کی تمام آیات یکجا کر لی گئی ہیں۔ قرآنی نص کو سمجھنے کے لئے آیات کو ترتیبِ نزول کے اعتبار سے جمع کیا گیا، پھر اسبابِ نزول سے متعلق مرویات پیشِ نظر رکھی گئی ہیں۔ کسی آیت کے نزول کے سلسلہ میں اس کے مخصوص سبب کے بجائے عموم لفظی کو دیکھا گیا۔

الفاظِ قرآن کے معانی و مطالب کو سمجھنے کے لئے پہلے عربی زبان و لغت میں حقیقی و مجازی معانی میں ان کا استعمال ہوا سامنے رکھا گیا۔ پھر قرآن کی دلالت کو سمجھنے کے لئے پورے قرآن کا استقراء کیا اور یہ دیکھا کہ مخصوص آیت اور دیگر مقامات پر وہ کن معانی میں آئے ہیں۔ قرآنی نصوص کے سیاق پر مفسرین کے اقوال کو پرکھا گیا۔ ان میں سے جن اقوال کو نصِ قرآن قبول کرتا ہو، انہیں لیا اور کتبِ تفسیر میں جو اسرائیلی روایات، مسلکی خرافات اور بے جا تاویلات بھر دی گئی ہیں ان سے احتراز کیا گیا۔ جس سے ماثوری رجحان نمایاں نظر آتا ہے۔

تفسیر ماثوری رجحان کے ساتھ ساتھ خواتین سے متعلق حقوق اور دعوتی رجحان پایا جاتا ہے جس سے معاشرے پیش آمدہ جدید مسائل کے حل کے بارے میں تجاویز بھی شامل کی گئی۔